ایمان: تحریکِ عمل کی پائیدار بنیاد

مذہبی زندگی میں ایک بنیادی سوال یہ ہے کہ وہ کون سی چیز ہے جو ہمیں اپنی ذمہ داریاں نبھانے پر آمادہ کرتی ہے؟ کیا یہ دوسروں کی نظریں ہیں، کسی صاحبِ اختیار کا خوف ہے یا ہمارے دلوں میں موجود ایمان کا زندہ احساس؟ یہ فرق نہایت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہی ہمارے اعمال کے خلوص اور ان کے پائیدار ہونے کا تعین کرتا ہے۔

خوف پر مبنی تحریکِ عمل کی کمزوری

جب عمل کی بنیاد محض خوف—مثلاً والدین کے ڈر—پر ہو، تو اس کا اثر عارضی ہوتا ہے۔ جب تک ان کی نگاہیں ہم پر رہتی ہیں، ہم نظم و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہیں، لیکن جیسے ہی وہ نظریں ہٹتی ہیں، عمل کی جدوجہد بھی ماند پڑ جاتی ہے۔ انسانی نگرانی پر مبنی خوف زندگی بھر قائم نہیں رکھا جا سکتا، کیونکہ یہ ہمیشہ مشروط، خارجی اور حالات کے تابع رہتا ہے۔

ایمان: ایک اندرونی سرچشمہ

اس کے برعکس، جب کسی کی مذہبی زندگی کا محور ایمان ہوتا ہے، تو اسے کسی بیرونی نگرانی کی ضرورت نہیں رہتی۔ صاحبِ ایمان شخصیت اندرونی طور پر متحرک ہوتی ہے، تب بھی جب اسے کوئی دیکھ نہ رہا ہو۔ قرآنِ کریم کا تصورِ تحریک (Motivation) محض دوسروں کے سامنے اطاعت گزاری نہیں، بلکہ ایک بیدار شعور کا نام ہے: یہ جاننا کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے، خواہ ہم سب کے سامنے ہوں یا کسی میز کے نیچے چھپے ہوئے، دوسروں کی نظروں میں معتبر ہوں یا دنیا سے اوجھل۔

نتائج بمقابلہ تربیت

یہاں ایک اعتراض پیدا ہو سکتا ہے: اگر خدا ہمیں جزا اور سزا کے ذریعے عمل پر ابھارتا ہے، تو والدین یا دیگر مقتدر ہستیاں ایسا کیوں نہیں کر سکتیں؟

پہلا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جزا و سزا کو محض رویہ سازی یا تربیتی آلے کے طور پر استعمال نہیں کرتا۔ قرآن میں مذکور جزا و سزا محض عادتیں ڈالنے کے لیے نہیں ہیں، بلکہ وہ ہمارے اعمال کے حتمی نتائج ہیں۔ ایک بار جب آخرت میں یہ نتائج سامنے آ جائیں گے، تو پھر تبدیلی یا اصلاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ اس کے برعکس، انسان جزا و سزا کو بالکل مختلف انداز میں استعمال کرتے ہیں: یعنی رویوں کی حوصلہ افزائی یا حوصلہ شکنی کے لیے عارضی سہارے کے طور پر، جس کا مقصد اصلاح اور نشوونما ہوتا ہے، نہ کہ ابدی جزا یا سزا۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ جزا کے خُدائی وعدے اور سزا کی وعیدیں ایمان میں جڑ پکڑتی ہیں۔ جب انسان ایمان لے آتا ہے، تو یہ حقائق اس کے باطنی نقطہ نظر کا حصہ بن جاتے ہیں نہ کہ کسی بیرونی دباؤ کا نتیجہ۔ چنانچہ تنہائی میں بھی مومن کا دل پکار اٹھتا ہے: "میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔" اس اندرونی یقین کا مقابلہ دنیا کا کوئی دوسرا خوف یا تحریک نہیں کر سکتی۔

نگرانی سے بالاتر ہو کر دیانت کا انتخاب

یہ فرق ہمارے سامنے ایک ابدی چیلنج پیش کرتا ہے: کیا ہم ایسی زندگی کا انتخاب کریں گے جو اندرونی ایمان کے تابع ہو یا ایسی جو محض زمینی اربابِ اختیار کے کنٹرول میں ہو؟ ایمان والی زندگی کا مطلب یہ ہے کہ ہماری دیانت، ذمہ داری اور نظم و ضبط برقرار رہے، قطع نظر اس کے کہ کوئی ہمیں دیکھ رہا ہے یا نہیں۔ یہی فرق ہے **محض فرمانبردار نظر آنے اور حقیقت میں باکردار ہونے میں۔**

ایک عملی فریم ورک: خوف سے ایمان کی طرف منتقلی

1. محرک کا شعور

اپنے آپ سے پوچھیں: میں یہ کام کیوں کر رہا ہوں؟ اگر جواب "کسی کو خوش کرنا" یا "لوگوں کی سزا سے بچنا" ہے، تو رکیں اور اپنی سمت درست کریں۔ اپنے 'کیوں' کا رخ لوگوں سے ہٹا کر خدا کی طرف موڑ دیں۔

2.وجودِ الٰہی کا باطنی احساس

خاموشی سے خود کو یہ یاد دلانے کی عادت ڈالیں کہ: "خدا مجھے اس وقت اور اسی جگہ دیکھ رہا ہے۔" یہ مشق آہستہ آہستہ آپ کے اعمال کو انسانی ستائش کے بجائے خدا کے حضور سے جوڑ دے گی۔

3.پوشیدہ عبادات

کچھ نیکیاں پوشیدہ تنہائی میں رکھیں — جیسے نفل نماز، خفیہ صدقہ یا ایسا حسنِ سلوک جسے صرف خدا دیکھ رہا ہو۔ یہ عمل اندرونی تحریک کو جلا بخشتا ہے۔

4.جزا و سزا کا نیا تصور

خدا کی جزا کو 'رشوت' اور سزا کو 'دھمکی' سمجھنے کے بجائے، انہیں خدا کی حقیقت سے ہم آہنگ ہونے یا نہ ہونے کے فطری نتائج کے طور پر دیکھیں۔ اس سے اطاعت گزاری ایک 'سودے بازی' کے بجائے پختہ یقین میں بدل جائے گی۔

5.ذاتی دیانت اور ایمان کا احتساب (Journaling)

دن کے اختتام پر ان لمحات کو نوٹ کریں جب آپ نے صرف لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے عمل کیا، اور وہ لمحات بھی جب آپ کا عمل خالصتاً خدا کے لیے تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ مشق آپ کے رویوں کو مشاہدے میں لائے گی اور ان کی اصلاح کرے گی۔

6.بتدریج تبدیلی، نہ کہ سرکشی

والدین یا سماجی اتھارٹی کا احترام کریں، لیکن ان پر انحصار نہ کریں۔ اسے ایک ایسا 'عارضی سہارا' سمجھیں جسے وقت آنے پر ایمان کے مستقل ستون سے بدل جانا چاہیے۔

حاصلِ کلام

حقیقی اخلاقی نشوونما اس وقت شروع ہوتی ہے جب انسانی اتھارٹی کا خوف، خدا کے شعور میں بدل جائے۔ ایمان، ذمہ داری کو عقیدت میں، نگرانی کو خلوص میں اور بیرونی دباؤ کو اندرونی آزادی میں بدل دیتا ہے۔ جب ہماری تحریک کا سرچشمہ ایمان ہوتا ہے، تو یہ ہمیں نہ صرف محفلوں میں بلکہ تنہائی کے ان لمحات میں بھی سہارا دیتا ہے جہاں کوئی انسانی آنکھ ہمیں نہیں دیکھ رہی ہوتی۔